سوال

(68) اذان کی جگہ اور جمعہ کے دن موذنوں کی تعداد

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اذان پنج گانہ مسجد میں کس ہونی چاہیے؟

2۔ اذان ثانی جو بروز جمعہ وقت بیٹھنے خطیب کے منبر پر پکاری جاتی ہے، یہ اذان کس جگہ ہونی چاہیے؟ آیا مسجد کے اندر خطیب ومنبر کے قریب، جیسا کہ رائج ہے یا مسجد کے باہر اونچی جگہ پر؟

3۔جمعہ کی دونوں اذانوں کے لیے کتنے موذن ہوں؟ اس لیے کہ ہدایہ وغیرہا میں "موذنون" بصیغہ جمع آیا ہے؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

1،2

1 و2۔ اذان پنج گانہ وہر دو اذانِ جمعہ سنت موکدہ ہیں، بلکہ بعضوں نے اس پر اطلاق واجب کا کیا ہے۔ یہ اذانیں بلند جگہ، یعنی مسجد کے چھت یا منارہ پر ہونا چاہیے، چنانچہ ''شرعۃ الاِسلام'' میں ہے: "ومن سنتہ أن یؤذن في أرفع مکان، فإنہ أمد لصوتہ"

یعنی اذان میں سنت یہ ہے کہ اونچی جگہ پر اذان پکارے، اس لیے کہ اس سے اس کی آواز دور تک جاتی ہے۔ در مختار (۱/۳۵۵) میں لکھا ہے:

"ھو لغۃ: الإعلام، وشرعا: إعلام مخصوص، لم یقل بدخول الوقت، لیعم الفائتۃ، وبین یدي الخطیب علیٰ وجہ مخصوص بألفاظ کذلک أي مخصوصۃ'' انتھی"

[اذان کا لغوی معنی اطلاع دینا ہے اور اس کا شرعی معنی مخصوص (کلماتِ اذان کے ساتھ) اطلاع دینا ہے۔ اس کو دخولِ وقت کے ساتھ خاص نہیں کیا، تاکہ یہ فوت شدہ نماز کی اذان اور خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے بعد اس کے سامنے کھڑے ہو کر مخصوص طریقے اور الفاظ کے ساتھ کہی جانے والی اذان کو بھی شامل ہو جائے]

طحطاوی اور شامی میں ہے: "(قولہ: لیعم الفائتۃ الخ) أي لیعم الأذان أذان الفائتۃ والأذان بین یدي الخطیب"[1] انتھی۔ یعنی اذان شامل ہے اذانِ فائتہ [فوت شدہ نماز] کو اور اس اذان کو جو خطیب کے صعودِ منبر کے بعد کہی جاتی ہے۔ پھر در مختار میں لکھا ہے: ''وھو سنۃ للرجال في مکان عال''[2] اھ [یہ (اذان) مردوں کا کسی بلند جگہ پر کھڑے ہو کر کہنا سنت

ہے]شامی میں ہے : ''(قولہ : في مکان عال) في القنیۃ : ویسن الأذان في موضع عال، والإقامۃ علیٰ الأرض''[3] انتھی۔ اوراسی (۱/۳۶۰) میں دوسری جگہ لکھا ہے :

"ولم تکن في زمنہ صلی اللہ علیہ وسلم مئذنۃ۔ بحر۔ قلت : وفي شرح الشیخ إسماعیل عن الأوائل للسیوطي أن أول من رقی منارۃ مصر للأذان شرحبیل بن عامر المرادي، وبنیٰ مسلمۃ المنائر للأذان بأمر معاویۃ، ولم تکن قبل ذلک، وقال ابن سعد بالسند إلی أم زید بن ثابت : کان بیتي أطول بیت حول المسجد، فکان بلال یؤذن فوقہ من أول ما أذن إلی أن بنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجدہ، فکان یؤذن بعد علی ظھر المسجد، وقد رفع لہ شيء فوق ظھرہ'' اھ۔"

یعنی اونچی جگہ پر اذان کہنا سنت ہے اور زمین پر اقامت کہنا اور جس روز سے اذان مسنون ہوئی، حضرت بلال رضی اللہ عنہ ام زید بن ثابت کے مکان کے اوپر اذان پکارتے رہے، یہاں تک کہ مسجد نبوی قائم ہوگئی تو مسجد کی چھت پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان پکارتے تھے اور اس کے لیے مسجد کی چھت پر اونچی جگہ بنا دی گئی۔

طحطاوی میں ہے :

"قال عبد اللہ : فمضیت بعد الانتباہ إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فأخبرتہ بذلک فقال : رؤیا حق، ألقہ علیٰ بلال، فإنہ أندیٰ منک صوتاً، فألقیتھا علیہ، فقام علیٰ أعلی سطح في المدینۃ فجعل یؤذن"[1]

''یعنی جس روز حکم اذان کا نازل ہوا، اسی روز حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی بڑی اونچی چھت پر کھڑے ہوکر اذان دینا شروع کیا۔''

نیز اسی میں ہے :

"(قولہ : في مکان عال) کالمنارۃ، وأول من أحدثھا مسلمۃ بن مخلد الصحابي، کما في سیرۃ الحلبي، وکان أمیراً علیٰ مصر من طرف معاویۃ اھ۔ أبو السعود" انتھی

[بلند جگہ سے مراد منارہ وغیرہ ہے۔ سیرت حلبی میں ہے کہ سب سے پہلے مسلمہ بن مخلد صحابی نے اذان کے لیے منارہ بنایا۔ موصوف معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے امیر تھے]

درمختار (۱/۳۵۷) میں ہے : "مؤکدۃ ھي کالواجب في لحوق الإثم للفرائض الخمس" انتھی یعنی اذان سنت موکدہ ہے، یہ سنت مثل واجب کے ہے لحوق اثم میں واسطے فرائض پنج گانہ کے اور اسی میں جمعہ بھی داخل ہے۔ چنانچہ طحطاوی میں ہے : ''دخلت الجمعۃ۔ حلبي'' شامی میں ہے : ''دخلت الجمعۃ۔ بحر''[2] یعنی جس طرح اذان پنج گانہ کے لیے سنت موکدہ ہے یا واجب، اسی طرح نمازِ جمعہ کے لیے ہے اور جیسے ان کی اذان اونچی جگہ اور مسجد کی چھت پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ پکارتے تھے، ویسے ہی جمعہ کی اذان ثانی مسجد کی چھت پر مرفوع مخصوص جگہ پکارتے تھے، اسی لیے صحیح بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ میں ''مئذنۃ'' مخصوص واسطے اذان ثانی کے مروی نہیں ہے اور نہ "یؤذن علیٰ الأرض داخل المسجد" مروی ہے، البتہ ابوداود میں ''علیٰ باب المسجد'' مروی ہے،[3] ''علیٰ'' یا تو استعلاء حقیقی کے لیے یہاں پر ہے : ''أي علیٰ سطح باب المسجد'' یا واسطے استعلاء مجازی کے ہے، نہ ظرفیت کے اور مراد پیش دروازہ مسجد ہے، جیسے کہ محاورہ اُردو میں بولتے ہیں : فلاں کے دروازے پر جماوَ ہے۔ ابوداود کی روایت میں ''بین یدي رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم '' ہے اور بخاری و ترمذی و ابن ماجہ و نسائی و شافعی کی روایت میں یہ نہیں ہے۔

حالانکہ ان جملہ محدثین نے سائب بن یزید سے اس حدیث کو روایت کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں، یعنی ''بین یدي رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' اور ''علی باب المسجد'' ان کے نزدیک پایہ ثبوت و درجہ صحت کو نہیں پہنچا، بدیں وجہ ترک کیا اور ان دونوں میں توافق اسی وقت ہوسکتا ہے کہ جس وقت مقام بیان خطبہ و باب مسجد میں محاذات ہو اور بابِ مسجد کی زمین پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان پکارتے ہوں، حالانکہ فقہاے حنفیہ مقام بلند پر اذان پکارنے اور زمین پر اقامت کہنے کو سنت فرماتے ہیں، اس سے نکلتا ہے کہ زمین پر اذان پکارنا خلافِ سنت ہے اور بدعت ہے۔ امام ابو عبد اللہ بن حاج کے قول سے بھی ثبوت بدعت ہوتا ہے۔ چنانچہ انھوں نے اپنی کتاب مدخل میں کہا ہے :

"السنۃ في أذان الجمعۃ إذا صعد الإمام علی المنبر أن یکون المؤذن علیٰ المنارۃ، کذلک کان علیٰ عھد النبي صلی اللہ علیہ وسلم وأبي بکر و عمر وصدراً من خلافۃ عثمان، وکان المؤذنون ثلاثۃ، یؤذنون

واحدا بعد واحد، ثم زاد عثمان أذانا آخر بالزوراء، وهو موضع بالسوق، وأبقى الأذان الذي كان على عهد النبى صلى الله عليه وسلم على المنار، والخطيب على المنبر إذ ذاك، ثم إنه لما تولى هشام بن عبدالملك أخذ الأذان الذي فعله عثمان بالزوراء، وجعله على المنار، وكان المؤذن واحدا، يؤذن عند الزوال، ثم نقل الأذان الذي كان على المنار عند صعود الإمام على المنبر بين يديه، وكانوا يؤذنون ثلاثة، فجعلهم يؤذنون جماعة، ويسترحون، فقد بان أن فعل ذلك فى المسجد بين يدي الخطيب بدعة، وأن أذانهم جماعة بدعة أخرى، فتمسك بعض الناس بهاتين البدعتين، وهما مما أحدثه هشام بن عبدالملك "[1] اھ۔

یعنی جمعہ کی اذان میں جس وقت امام منبر پر چڑھے، سنت یہ ہے کہ اذان منارہ پر ہو۔ اسی طرح زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور زمانہ خلافتِ شیخین وابتداے خلافتِ عثمان میں تھا۔ میں کہتا ہوں کہ منارے سے مراد وہ جگہ مرتفع ہے جو مسجد نبوی کی چھت پر واسطے اذان بلال رضی اللہ عنہ کے تیار کر دی گئی تھی، اس لیے کہ زمانہ رسالت وخلافتِ خلفا میں منارہ نہ بنا تھا اور تین موذن تھے کہ ایک کے بعد دوسرا اذان کہتا تھا اور اس کے بعد تیسرا اذان پکارتا تھا۔ میں گمان کرتا ہوں کہ شاید خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تین موذن ہوں، کیونکہ زمانہ رسالت میں ایک موذن تھا۔ ابن ماجہ میں ہے :

" ما كان لرسول الله صلى الله عليه وسلم إلا مؤذن واحد، إذا خرج أذن، وإذا نزل أقام، وأبو بكر وعمر رضى الله عنهما كذلك ۔ ۔ ۔ الخ"[2]

[رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو ایک ہی موذن تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم (خطبہ دینے کے لیے گھر سے) باہر تشریف لاتے (اور منبر پر تشریف رکھتے) تو وہ اذان کہتا اور جب (خطبے سے فارغ ہو کر منبر سے) نیچے اترتے تو وہ اقامت کہہ دیتا۔ سیدنا ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا معمول بھی یہی تھا]

نسائی میں ہے :

"كان بلال يؤذن إذا جلس رسول الله صلى الله عليه وسلم على المنبر يوم الجمعة فإذا نزل أقام ثم كان كذلك فى زمن أبى بكر وعمر رضى الله عنهما"[1] الخ

[رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جمعے کے دن منبر پر تشریف فرما ہوتے تو بلال رضی اللہ عنہ اذان کہتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم (خطبے سے فارغ ہو کر منبر سے) اترتے تو وہ اقامت کہہ دیتے۔ سیدنا ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں بھی یہی معمول رہا]

زمانہ شیخین میں بھی یہی تھا کہ وقتِ جلوس امام علی المنبر ایک موذن اذان پکارتا تھا۔ لفظ "كذلك" اس پر دال ہے، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دوسری اذان زوراء پر بڑھائی۔ زوراء ایک جگہ کا نام ہے بازارِ مدینہ میں اور بعض نے کہا ہے کہ زَوراء ایک گھر کا نام ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ایک مکانِ مرتفع کا نام ہے مثل منارہ کے تھا اور بعض نے کہا کہ زَوراء ایک بڑے پتھر کا نام ہے، جو مسجد کے دروازے پر تھا، شاید ابو داود کی حدیث میں "على باب المسجد" سے یہی مراد ہو، باقی رہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس اذان کو جو زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں منارہ پر ہوتی تھی اور خطیب منبر پر ہوتا تھا، پھر جب ہشام بن عبدالملک والی ہوا تو اس نے اس اذان جس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دروازے پر مقرر فرمایا تھا، منارے پر مقرر کیا اور اس کے لیے ایک موذن تھا جو زوال کے وقت اذان کہتا تھا (شیخ دہلوی رحمہ اللہ مدارج النبوہ میں فرماتے ہیں کہ بعض محققین نے کہا ہے کہ ہشام بن عبدالملک نے اس اذان کو مسجد میں نقل کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پہلے مسجد کے اندر کوئی اذان نہ ہوتی تھی، ہشام نے اس کو نکالا ہے) اور جو اذان منارے پر ہوتی تھی وقت چڑھنے خطیب کے منبر پر اور اس کے لیے تین موذن تھے، اس نے اس اذان کو مسجد کے اندر نقل کیا کہ امام کے سامنے ہو اور بجائے تین موذن کے ایک جماعت کو مقرر کیا کہ ٹھہر ٹھہر کر اذان پکاریں، پس تحقیق ظاہر ہو گیا کہ ہشام کا یہ فعل مسجد میں خطیب کے سامنے ایک بدعت ہے اور ایک جماعت کا اذان دینا دوسری بدعت ہے، پس بعض آدمیوں نے ان دونوں بدعتوں کے ساتھ تمسک پکڑا ہے اور یہ دونوں بدعتیں ہشام بن عبدالملک کی نکالی ہوئی ہیں۔ انتہی

اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں :

"من السنة الماضية أن يؤذن المؤذن على المنار، فإن تعذر فعلى سطح المسجد، فإن تعذر فعلى بابه "[2] اھ۔

یعنی اگلی سنت یہ ہے کہ موذن منارے پر اذان کہے۔ اگر یہ دشوار ہو تو مسجد کی چھت پر، اگر یہ دشوار ہو تو مسجد کے دروازے پر۔

جملہ اخیرہ مطابق حدیث ابوداود کے ہے۔ الحاصل مسجد کے اندر خطیب کے سامنے اذان پکارنا بدعتِ ہشامی ہے، اس کو ترک کر کے مردہ سنت کو زندہ کرنا چاہیے،تاکہ ثواب احیاے سنت پائیں اور قولہ تعالیٰ: لَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ پر عمل کر کے لوگوں کی ملامت کا ڈر نہ رکھیں، فقط واللہ أعلم۔ جواب نمبر 3 کا جواب نمبر 2 میں آچکا ہے حدیث ابن ماجہ و نسائی میں۔ واللہ أعلم۔ کتبہ: محمد علی اطہر، غفر اللہ ولوالدیہ۔

جواب نمبر 1 و 2 اذان پنج گانہ اونچی جگہ پر ہونی چاہیے، اسی طرح اذان ثانی جو بروز جمعہ خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے وقت دی جاتی ہے، بلند جگہ ہونی چاہیے، نہ خطیب و منبر کے قریب، جیسا کہ عبارت شرعۃ الاسلام و درمختار و طحطاوی و شامی و مدخل ابن امیر الحاج منقولہ مجیب علام میں مصرح ہے۔ صحیح بخاری (۲۵۶/۶) میں ہے:

"عن عائشۃ أن بلالا یؤذن بلیل، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ((کلوا واشربوا حتی یؤذن ابن أم مکتوم، فإنہ لا یؤذن حتی یطلع الفجر)) قال القاسم: ولم یکن بین أذانھما إلا أن یرقیٰ ذا، وینزل ذا"[1]

[عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ (طلوعِ فجر سے پہلے) رات کو اذان دیتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان نہ دیں تم (سحری) کھاتے پیتے رہو۔ وہ (ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ) طلوعِ فجر کے بعد ہی اذان کہتے تھے۔ (راویِ حدیث) قاسم رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ دونوں کی اذان میں اتنا ہی وقفہ ہوتا تھا کہ ایک (اذان دینے کے لیے بلند جگہ پر) چڑھتا تھا اور دوسرا (وہاں سے اذان دے کر) نیچے اترتا تھا]

فتح الباری (۸۶/۲) مصری میں ہے:

''وفی ھذا تقیید لما أطلق فی الروایات الأخری من قولہ: ((إن بلالا یؤذن بلیل)) ولا یقال إنہ مرسل، لأن القاسم تابعی، فلم یدرک القصۃ المذکورۃ لأنہ ثبت عند النسائی من روایۃ حفص بن غیاث، وعند الطحاوي من روایۃ یحییٰ بن القطان، کلاھما عن عبد اللہ بن عمر، عن القاسم عن عائشۃ فذکرا الحدیث، قالت: لم یکن بینھما إلا أن ینزل ذا ویصعد ذا، وعلی ھذا فمعنیٰ قولہ فی روایۃ البخاري: قال القاسم، أي فی روایتہ عن عائشۃ رضی اللہ عنھا۔۔۔، وثبتت الزیادۃ أیضا فی حدیث أنیسۃ الذي تقدمت الإشارۃ إلیہ''

[دوسری روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول مطلق بیان ہوا ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ رات کو اذان کہتے ہیں، جب کہ اس روایت میں اس اطلاق کی تقیید ہے۔ یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ روایت مرسل ہے، کیونکہ اس کے راوی قاسم تابعی ہیں اور وہ اس قصے کے عینی شاہد نہیں ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ سنن النسائی میں حفص بن غیاث سے اور طحاوی میں یحییٰ بن قطان کے واسطے سے ثابت ہے۔ یہ دونوں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، وہ قاسم سے اور قاسم رحمہ اللہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے یہ روایت بیان کی، جس کے الفاظ یہ ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ان (دو موذنوں) کے درمیان اتنا ہی وقفہ ہوتا کہ ایک اذان کہہ کر بلند جگہ سے نیچے اترتا اور دوسرا اس پر چڑھ جاتا۔ اس بنیاد پر صحیح بخاری کی روایت میں ان کے قول کا معنی یہ ہوگا کہ قاسم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنی روایت میں کہا نیز یہ زیادتی انیسہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں بھی ثابت ہے، جس کی طرف پہلے اشارہ ہو چکا ہے]

اور بھی فتح الباری (۳۴۶/۳) میں ہے:

"روایۃ عروۃ عن امرأۃ من بنی النجار قالت: کان بلال یجلس علیٰ بیتی، وھو أعلیٰ بیت فی المدینۃ"

[عروہ بنو نجار کی ایک عورت سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا: بلال رضی اللہ عنہ (اذان کے انتظار میں) میرے گھر کی چھت پر تشریف فرما ہوتے تھے اور وہ گھر مدینے کے گھروں میں سے سب سے اونچا گھر تھا]

اذان اول جو اذان ثانی مذکورہ بالا کے قبل رائج ہے، یہ اذان عہدِ نبوت علی صاحبہا الصلوات التسلیمات و نیز عہدِ خلافت راشدہ حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما میں نہ تھی، جو

اَب اذان ثانی کہلاتی ہے،چنانچہ صحیح بخاری میں ہے :

"عن السائب بن يزيد قال : كان النداء يوم الجمعة أوله إذا جلس الإمام على المنبر على عهد النبي صلى الله عليه وسلم وأبي بكر و عمر رضی اللہ عنہما"[1]

[سائب بن یزید سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں،جمعہ کے دن پہلی اذان اس وقت ہوتی، جب امام منبر پر تشریف فرما ہوتا۔ سیدنا ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں بھی یہی معمول رہا]

جواب نمبر 3، جواب نمبر 2 سے معلوم ہوچکا ہے کہ وہ جو اذان اول کہلاتی ہے، یعنی خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے قبل کہی جاتی ہے، اس کا وجود عہدِ رسالت علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات اور عہدِ شیخین رضی اللہ عنہما میں تھا ہی نہیں۔ باقی رہی وہ اذان جو اَب اذانِ ثانی کہلاتی ہے، اس کے لیے موذن کی تعداد بقدر ضرورت ہونی چاہیے۔ اگر ایک موذن سے زیادہ کی ضرورت نہ ہو تو ایک ہی موذن ہونا چاہیے اور اگر آدمی زیادہ ہوں اور ایک موذن کافی نہ ہو تو دو موذن ہوں اور دو موذن بھی کافی نہ ہوں تو تین موذن ہوں۔ علی ہذا القیاس، جس قدر آدمی بڑھتے جائیں اس قدر موذن اور اذانیں بڑھا دی جائیں، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب ان کے عہد میں لوگوں کی کثرت ہوئی تو ایک اور اذان بڑھا دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قبل حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی بجائے ایک اذان کے کئی اذانیں کر دیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک اذان کی دو اذانیں کر دیں، چنانچہ صحیح بخاری میں سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

"فلما كان عثمان وكثر الناس، زاد النداء الثالث على الزوراء"[1]

[جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا اور لوگ بہت زیادہ ہوگئے تو انھوں نے تیسری اذان کا اضافہ کر دیا جو ''زوراء'' مقام پر کھڑے ہو کر کہی جاتی تھی]

نیز صحیح بخاری (۲۸/۳۶۴) کی "كتاب المحاربين" میں "باب رجم الحبلى من الزنا إذا أحصنت" میں ہے :

"فجلس عمر على المنبر فلما سكت المؤذنون، قام فأثنى على الله بما هو أهله، ثم قال : أما بعد۔۔۔ الخ"[2]

[عمر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہوتے، جب موذن اذان کہہ کر خاموش ہوگئے تو وہ کھڑے ہوتے، اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان اس کی ثنا بیان کی اور پھر کہا : أما بعد۔۔۔]

---

[1]۔ حاشیہ رد المختار (413/1)

[2]۔ الدر المختار (384/1)

[3]۔ رد المختار (384/1)

[4]۔ نیز دیکھیں سنن ابی داود رقم الحدیث (499) سنن ابن ماجہ رقم الحدیث (706)

[5]۔ رد المختار (184/3)

[6]۔ سنن ابی داود رقم الحدیث (1088) اس کی سند ضعیف ہے کیوں کہ اس کی سند میں محمد بن اسحاق راوی مدلس ہے۔

[7]۔ المدخل لابن الحاج المالکی (208/2)

[8]۔سنن ابن ماجہ رقم الحدیث (1115)

[9](241/2)

[10]۔ صحیح البخاری رقم الحدیث (870)

[11]۔مصدر سابق۔

[12]۔ صحیح البخاری رقم الحدیث (6442)

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

مجموعہ فتاویٰ عبداللہ غازی پوری

کتاب الصلاۃ، صفحہ:132

محدث فتویٰ